آہ! لعلِ شب چراغِ ہند

افسوس ہے آخر وہی ہوا جس کا چند مہینوں سے کھٹکا لگا ہوا تھا، یعنی ۲۷ مئی کو ہمارے ملک کے محبوب وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو ۷۴ برس کی عمر میں اِس دُنیا سے رخصت ہو گئے اور پورے ملک کو ماتم کدہ بنا گئے، دنیا میں عام طور پر بڑے آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو دماغ اور ذہن کے اعلیٰ کمالات واوصاف کے حامل ہوں اور دوسرے وہ جو قلب ونظر کے پاک اور اُن کی خوبیوں اور اچھائیوں کے جامع ہوں، ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو اِن دونوں قسم کے کمالات سے سرفراز ہوں، پنڈت جی اِسی تیسری قسم کے بڑے لوگوں میں سے تھے، اُن کی زندگی سب لوگوں اور خصوصاً نوجوانوں کے لئے سرتاپا دَرس وعبرت تھی، وہ ایسے گھرانہ میں پیدا ہوئے جہاں خدا کا دیا کیا کچھ نہیں تھا، بالکل عنفوانِ شباب میں جب وہ انگلینڈ سے اپنی اعلیٰ تعلیم ختم کر کے وطن واپس آئے تو حسن وشباب، اعلیٰ تعلیم، بے پناہ دولت وثروت، اعلیٰ خاندان اور وجاہت غرض کہ مادی اسبابِ عیش وتنعم میں سے ایسی کون سی چیز تھی جو اُن کے پاس بافراط موجود نہ ہو، اور اس لئے زمانہ کے عام مذاق کے مطابق ان کے لئے بہت آسان تھا کہ "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کے فلسفہ پر عمل پیرا ہوتے اور اپنی زندگی کو خیام کی خیالی جنت کے مادی پیکر میں گذار دیتے، لیکن ۱۹۱۶ء میں جب پہلی مرتبہ ان کی ملاقات مہاتما گاندھی سے ہوئی تو اس پیرِ دانا کی پہلی نگاہ نے اِس نوجوان کی آرزوؤں اور تمناؤں کی دنیا میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا، اور اس نوجوان نے اُسی وقت پھولوں کی سیج اور شبستانِ عیش کے بجائے اپنے لئے خار زارِ آلام ومصائب اور قید ومحن کی راہ کا انتخاب کر لیا، اور اپنا سب کچھ اس کے لئے قربان کر دیا، اُس زمانہ میں پنڈت جی یا کسی شخص کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ملک اُن کی کوششوں کے صدقہ میں

ان کی زندگی میں ہی آزاد ہوگا اور یہ اُس کے پہلے وزیر اعظم ہوں گے، اِس بنا پر اس وقت اپنے آپ کو ملک کی آزادی کی جد وجہد کے لئے وقف کرنا اور اُس کی خاطر ہر قسم کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جانا صرف اعلیٰ کردار اور انتہائی مخلصانہ جذبۂ عمل و ایثار پر ہی مبنی ہو سکتا ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی زندگی کے سولہ برس جو عہدِ شباب کا بہت قیمتی سرمایہ تھے جیل خانہ کی آہنی سلاخوں کے پیچھے گذارے مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ قوم بیدار ہوئی اور آخر ۱۹۴۷ء میں اُس نے غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

پنڈت جی اگرچہ ہندوستانی تھے اور ان کی تمام تر سرگرمیاں براہِ راست ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے وقف تھیں، لیکن اپنے فکر اور ذہن کے اعتبار سے وہ ایک عالمی انسان تھے اور اُن کے دل میں افریقہ اور ایشیا کے دوسرے مستعمراتی ملکوں کی آزادی کا جذبہ بھی اتنا ہی شدید تھا جتنا کہ خود اپنے ملک کے لئے تھا، وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اکثر و بیشتر اس کا اظہار کرتے رہتے تھے اور کبھی کبھی کانگریس کے پلیٹ فارم پر یا اُس کی تجاویز میں پنڈت جی کے اِس فکر کی جھلک نظر بھی آجاتی تھی، اسی کا یہ اثر ہے کہ آج آپ اُن ممالک میں جایئے جو ماضی قریب میں برطانیہ یا فرانس، یا ہولینڈ کے پنجۂ استعمار کی گرفت سے آزاد ہوئے ہیں تو وہاں کے عوام اور خواص بے تکلّف اس کا اعتراف کرتے نظر آئیں گے کہ انھوں نے اپنے ملکوں میں آزادی کی جو تحریکیں چلائی تھیں اُن میں بہت کچھ رہنمائی اور مدد انھوں نے گاندھی جی اور جواہر لال نہرو سے حاصل کی تھی، اس بنا پر پنڈت جی صرف ہندوستان کے نہیں بلکہ بالواسطہ افریقہ اور ایشیا کے مستعمراتی ملکوں کی جنگِ آزادی کے بھی رہنما تھے، ملک کی آزادی اور ساتھ ہی اسکی تقسیم کے بعد ملک کو جو شدید ترین حوادث پیش آئے اُن سے ملک کو صحیح سلامت نکال کرلے جانا اور ملک میں ایک مضبوط اور غیر متزلزل حکومت قائم کرنا، اور فرقہ وارانہ جذبات کے انتہائی اشتعال اور بحران کے باوجود ملک کے لئے ایک سیکولر اور جمہوری دستورِ حکومت منظور کرا لینا، یہ پنڈت جی کے سیاسی تدبّر اور ان کی بلند شخصیت کے غیر معمولی نفوذ و اثر کی وہ روشن مثالیں ہیں جو اس ملک کی تاریخ میں عرصۂ دراز تک روشن رہیں گی۔

قدرت نے دل و دماغ اور حسن و وجاہت کی عجیب و غریب خوبیوں سے ان کو سرفراز کیا تھا کہ اپنوں میں اور بیگانوں میں، عوام میں اور خواص میں، بچّوں میں اور بوڑھوں میں جہاں کہیں اور جس کسی حیثیت میں گئے اور رہے مقبول اور ہر دل عزیز ہو کر رہے، اُن کی شخصیت میں بلا کی کشش اور اُن کی ذات میں غضب کی جاذبیت تھی، دنیا میں اور بھی نامور لیڈر اور وزیر اعظم ہیں جن کی شہرت اور عظمت کا سکّہ اُن کے ملکوں سے باہر بھی چلتا ہے لیکن اُن کی شہرت اور عظمت کی بڑی وجہ ان کے بیحد ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ اس کے برخلاف ہندوستان کی عزت پنڈت جی کے دَم سے تھی اور خود پنڈت جی کی عالمگیر شہرت و مقبولیت کا راز بجز اُنکے ذاتی و شخصی کمالات کے کوئی اور چیز نہیں، سب اُنکا سہارا لیتے تھے، مگر خود اُنہیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی، وہ اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کٹر قسم کے جمہوری انسان تھے اور حق یہ ہے کہ یہ وصف ان کا کمال بھی تھا اور کمزوری بھی! اور اسی وجہ سے بعض اوقات اُن سے شکایتیں پیدا ہو جاتی تھیں۔

ملک نے پنڈت جی کے عہدِ وزارت میں داخلی اور خارجی دونوں حیثیتوں میں مختلف وجوہ سے بڑی ترقی کی، لیکن ملک کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت یعنی قومی یکجہتی کی مہم اُن کی زندگی میں ناتمام رہی اور جیسا کہ محترم صدر جمہوریہ نے بھی اپنی تقریر میں اس طرف اشارہ کیا ہے پنڈت جی اس کی حسرت ہی لے کر دنیا سے گئے، اس اعتبار سے پنڈت جی کی اس وقت موت پوری قوم اور پورے ملک کیلئے سخت ترین حادثہ ہے، آئندہ تاریخ بتائے گی کہ جو لوگ پنڈت جی کی امانت کے وارث اور اُن کے جانشین بنے انھوں نے کہاں تک اس جانشینی کا حق ادا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

گذشتہ مارچ کے آخر میں راقم الحروف قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ کی موتمر اول میں شرکت سے واپس آیا ہی تھا کہ ایک ماہ کے بعد ہی ایک خیر سگالی وفد کے ساتھ عرب ممالک کے دورہ پر جانے کا اتفاق ہوا، میرا یہ سفر یکم مئی کو شروع ہوا تھا اور ۲۹ کو ختم ہوا، اس سفر میں شمالی افریقہ، مغربی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے بہت سے ممالک کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اور اس سے علمی اور تاریخی حیثیت سے بڑا فائدہ ہوا، ایک مہینہ کے فصل سے ان دو پیہم طویل و دراز سفروں کی وجہ سے برہان میں "دیارِ غرب کے مشاہدات و تاثرات" کی مزید قسط بھی نہیں آسکی، خدا نے چاہا تو آئندہ ماہ سے یہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا۔